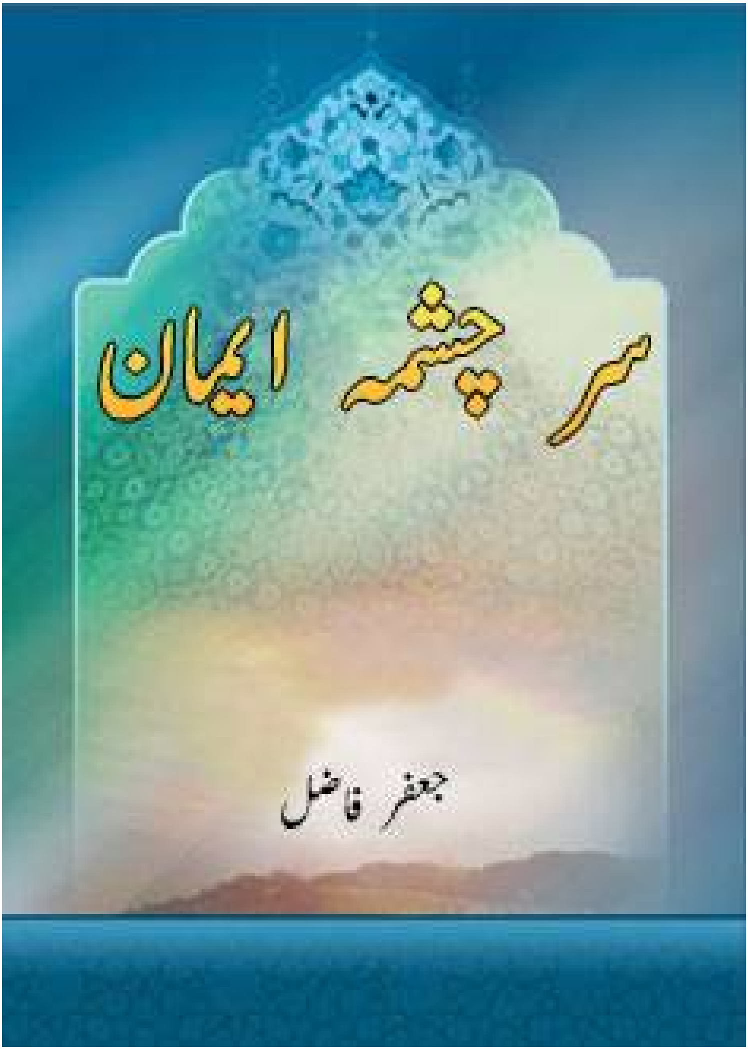
سرچشمہ ایمان
جعفر فاضل

سرچشمہ ایمان

مؤلف: جعفر فاضل
مترجم: محمد حسین بہشتی

ناشر: مؤسسہ قائم آل محمد (عج)

فلولا ابو طالب و ابنه
لما مثل الدين شخصا و قاما

فذاك لا بمكة اوی وحامی
و هذا بيثرب حبس الحماما

اگر ابوطالب اور اس کے فرزند ارجمند نہ ہوتے
تو دین اسلام مجسم نہیں ہوتا ان دونوں نے اسلام کے واسطے قیام فرمایا.
ابوطالب نے مکہ میں پناہ دی اور حمایت فرمائی
اور علی نے مدینہ میں تا آخرین نفس جنگ کی.

میان عاشق و معشوق رمزی است
چه داند آن که اشتر می چراند
یا عَمّ!
رَبَّيتَ صغيراً، و كَفَّلتَ يَتِيماً، و نَصَرتَ كَبِيرا
فجزَاكَ اللهُ عَنّي خيراً
اے چچا جان! بچپن میں میری تربیت کی.

یتیمی میں میری کفالت کی اور بڑے ہونے کے بعد میری مدد و نصرت فرمائی. خدا میری طرف سے آپ کو جزا عنایت فرمائے.

(رسول اکرم)

هر گز نمیرد آنکه دلش زنده شد به عشق

ثبت است در جریده عالم دوام ما

مقدمہ

گفتار مترجم

حضرت ابو طالب کے بارے میں مسلسل عرق ریزی اور انتہائی محنت سے جو مقالہ جناب فاضل ارجمند حجۃ الاسلام والمسلمین جعفر فاضل نے مدون کیا ہے۔ وہ لائق صد افتخار ہے اور جناب مبارک باد کے مستحق ہیں میرے لئے بھی مقام فخر ہے کہ قبلہ نے بندہ حقیر کو امر فرمایا کہ اس آرٹیکل کا اردو زبان میں ترجمہ کروں۔ لہذا میں نے ان کے احترام میں ان کی اس علمی کاوش کو من وعن اردو کا لباس پہنا دیا ہے اس حوالہ سے میں ان کا نہایت شکرگزار ہوں کہ انہوں نے بندہ کو اس قابل سمجھا۔ یہ انتہائی خوشی کی بات ہے کہ مجھ جیسے حقیر کو ایسی توفیق نصیب ہوئی کہ جو نہ صرف اپنی دنیا اور آخرت کیلئے بہترین زاد راہ ہے بلکہ پوری انسانیت کیلئے راہ نجات ہے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ پڑھے لکھے بلکہ بڑے بڑے علمی مدارج طے کرنے والے دانشور حضرات بھی مذہبی تعصب یا تاریخی غلط بیانیوں کی وجہ سے راہ مستقیم سے منحرف ہوجاتے ہیں اور گمراہ لوگوں کی ترجمانی کرنا شروع کردیتے ہیں.

تاریخ اسلام تو نہیں بلکہ تاریخ مسلمین میں چودہ سو صدیوں سے جو واقعات رونما ہوئے ہیں وہ ایک بالغ نظر شخص، بابصیرت انسان اور مومن کیلئے انتہائی غم انگیز اور دردناک ہیں ان واقعات میں سے ایک حضرت ابوطالب کی شخصیت کو پائمال کرنا اور جھٹلانا ہے.

بجائے اس کے کہ انکو علیہ السلام سے یاد کیا جائے ان کو کافر و مشرک ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں. بحر حال اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کچھ عقلی اور نقلی گفتگو آپ لوگوں کی خدمت میں پیش خدمت ہے.

مناقب ابن شہر آشوب میں یہ روایت موجود ہے کہ جناب حضرت عبدالمطلب کی رحلت کا وقت قریب ہوا تو آپ نے جناب ابوطالب کو بلایا جب وہ اپنے باپ کے سرہانے حاضر ہوئے تو جناب عبدالمطلب احتضار کے عالم میں تھے اور آنحضرت ان کے سینہ پر تھے اسی عالم میں انہوں نے جناب حضرت ابوطالب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: یا اباطالب انظر ان تکون حافظاً لھذا الوحید الذی لم یشم رائحۃ ابیہ، ولم یذق شفقہ امہ. انظر یا اباطالب ان یکون من جسدک بمنزلۃ کبدک

اے ابوطالب دیکھو! تم اس فرزند کی حفاظت کرنا، جس نے اپنے باپ کی خوشبو نہیں سونگھی اور ماں کی شفقت و محبت کا مزہ نہیں چکھا. دیکھو! اسے اپنے کلیجہ کی طرح عزیز رکھنا...

اصول کافی، ج۱،ص ٤٤٨ میں لکھتے ہیں کہ:

يا ابا طالب ان ادركت ايامه فاعلم انی كنت من البصر الناس والعلم الناس به فان اسطعت ان تتبعه فافعل وانصره بلسانك و يدك و مالك فانه والله سيسود كم.

اے ابوطالب! اگرتم نے اس کا((اس کی رسالت کا)) زمانہ درک کیا تو یہ جان لو کہ میں اس کے حالات کے بارے میں سب سے زیادہ واقف وآگاہ ہوں. اگرتم سے ہوسکے تو اس کی پیروی کرنا اوراپنی زبان، ہاتھ اور مال کے ذریعے اس کی نصرت کرنا، کیونکہ خدا کی قسم وہ تم پر سرداری وحکومت کرے گا.

جہاں تک پیغمبر اکرم کے اجداد کی الٰہی شخصیت اور خداوند عزّ وجل پر ان کے ایمان واعتقاد کے حوالے سے بہت سے شیعہ وسنی علماء کے عقیدہ کے مطابق حضرت عبدالمطلب وحضرت ابو طالب مکہ شہر میں توحید کے عظیم مبلغ اور ہر قسم کے شرک و بت پرستی کے مخالف تھے، اگرچہ بعض افراد کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ وہ اپنے عقیدہ کا اظہار کرنے میں تقیہ سے کام لیتے تھے اور بعض مصلحتوں کی بناء پر بت پرستی کے رسم ورواج میں شرکت کرتے تھے.

وكان عبدالمطلب و ابو طالب من اعرف العلماء و اعلمهم بشان النبیؐ و كان يكتمان ذلك عن الجهال واهل الكفر والضلال.

جناب عبدالمطلب وابوطالب ان علماء میں تھے جو شان پیغمبر اکرم اوران کے حق سے سب سے زیادہ واقف تھےلیکن آنحضرت سے متعلق اپنی معرفت کو نادانوں، کافروں اورگمراہوں سے چھپایا کرتے تھے.

شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے اصبغ ابن نباتہ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب سے سنا کہ آپ فرماتے تھے، خدا کی قسم! نہ میرے باپ اور نہ میرے دادا عبد المطلب، نہ ہاشم اور نہ عبد مناف کسی نے ہرگز بت پرستی نہیں کی. حضرت امیر المؤمنین سے لوگوں نے سوال کیا کہ کیا پھر وہ کس کی عبادت کرتے تھے؟

تو آپ نے فرمایا:

کانو ایصلون علی البیت علیٰ دین ابراھیم علیہ السلام متمسکین''

وہ حضرات، دین حضرت ابرہیم کے مطابق خانہ کعبہ کیطرف نماز پڑھتے اوران ہی کے دن سے تمسک حاصل کرتے تھے.

یعقوبی اپنی تاریخ میں حضرت عبد المطلب کے بارے میں رقمطراز ہیں:

ورفض عبادۃالاصنام ، وحداللہ عزوجل موفق بالنذر وسن سننا نزل القرآن باکثرھا.

وہ ایسے شخص تھے جنہوں نے بتوں کی پرستش سے گریز کیا، خدائے عزّ وجل کی وحدانیت کو پہنچانا، نذر کو پورا کیا اور ایسی سنتیں قائم کیں جن میں سے اکثر و بیشتر کو قرآن نے تسلیم کیا ہے.

بعد میں ان سنتوں کو اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

فکانت قریش تقول عبد المطلب ابراھیم الثانی.

یہاں تک کہ قریش نے حضرت عبد المطلب کو ابرہیم ثانی کہتے تھے.

اور یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جب مکہ میں خشک سال آئی، قریش قحط میں مبتلا ہوئے تو حضرت عبد المطلب کی دعا سے بارش برسنے کا ذکر تفصیل سے موجودہ ہے.

مرحوم کلینی رحمۃ اللہ علیہ نے اصول کافی میں اپنی سند سے زرارہ کے ذریعہ حضرت امام جعفر صادق سے یہ روایت نقل کی ہے: آپ نے فرمایا:

یحش عبدالمطلب یوم القیامۃ امۃ واحدۃ علیہ سیما ء الانبیاء وھیبۃ الملوک.

قیامت کے دن حضرت عبدالمطلب تنہا ایک امت کی شکل میں محشور کئے جائیں گے اور ان کی شان یہ ہوگی کہ ان کا چہرہ پیغمبروں جیسا اور ہیبت بادشاہوں جیسی ہوگی.

اسدالغابہ میں حضرت ابوطالب کے بارے میں چند قول نقل ہوئے ہیں:

پہلا قول یہ ہے کہ جب حضرت عبدالمطلب کی موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے پنے بیٹوں کو جمع کر کے حضرت پیغمبر اکرم کے سلسلہ میں ان سے سفارش کی ،اس کے ساتھ ہی عبدالمطلب نے اپنے دو بیٹوں زبیر اور ابوطالب کو آنحضرت کی کفالت اور سرپرستی کے بارے میں قرعہ ڈالا.قرعہ حضرت ابوطالب کے نام نکلا.

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ انتخاب خود حضرت عبدالمطلب نے کیا اور حضرت ابوطالب کو آنحضرت کے تمام کی کفالت وسرپرستی کیلئے انتخاب کیا.کیونکہ ابوطالب،آنحضرت کے تمام چچاؤں میں ان سب سے زیادہ مہربان تھے.

تیسرا قول یہ ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے اس بارے میں براہ راست حضرت ابوطالب کو وصیت کی اور حضرت محمد کو ان کی کفالت اور سرپرستی میں دے دیا.

چوتھا قول یہ ہے کہ پہلے زبیر نے آنحضرت کی کفالت وسرپرستی کی اور جب وہ وفات پا گئے تو آنحضرت کی کفالت حضرت ابوطالب نے اپنے ذمہ لی.

ابن شہر آشوب، مناقب میں لکھتے ہیں:

حضرت رسول اکرم عبد المطلب کے زیر سایہ زندگی بسر کر رہے تھے. یہاں تک کہ جب ان عمر سو سال ہوئی اور آنحضرت آٹھ برس کے ہوئے تو عبد المطلب اپنے بیٹوں کو جمع کیا اور ان سے کہا: محمد یتیم ہے، اس کی سرپرستی کرو، وہ صاحبِ ضرورت ہے اسے بے نیاز کرو اس کے بارے میں میری وصیت وسفارش پر توجہ دو. ابولہب نے کہا: کیا میں اس کام کو انجام دوں گا؟

حضرت عبد المطلب نے اس سے کہا: اپنا شر اس سے دور رکھو!

عباس نے اظہار خیال کیا: میں اس کام کو اپنے ذمہ لےلوں گا.

حضرت عبد المطلب نے کہا: تم غصہ ور آدمی ہو، ڈرتا ہوں کہ تم اسے اذیت دو گے.

ابو طالب نے کہا: میں اس حکم پر عمل کروں گا اور ان کی کفالت اپنے ذمہ لیتا ہوں.

حضرت عبد المطلب نے کہا: ہاں! تم ان کی سرپرستی اپنے ذمہ لےلو.

اس کے بعد حضرت محمد کی طرف رخ کر کے کہا:

یا محمد اطع له. "اے محمدؐ اس کی اطاعت کرو."

حضرت محمد نے فرمایا:

یا ابه لا تحزن فان لی ربا لا یضیعنی."

اے پدر بزرگوار غمزدہ نہ ہوں، یقینا میرا ایک پروردگار ہے جو مجھے تباہ نہیں ہونے دے گا.

اس کے بعد حضرت ابو طالب نے آپ کو اپنی آغوش میں لےلیا اور آپ کی حمایت کی.

ایک مقام پر حضرت ابو طالب اپنے باپ حضرت عبد المطلب سے مخاطب ہوتے ہوئے کہتے ہیں:

یاابہ لا تصنی بمحمد فانہ ابنی و ابن اخی."

اے پدر محترم: آپ محمد کے بارے میں مجھ سے وصیت نہ کریں کیونکہ وہ میرا بیٹا اور میرے بھائی کا فرزند ہے.

اس روایت کے ساتھ ہی ابن شہر آشوب یہ بھی نقل کرتے ہیں:

جب حضرت عبد المطلب نے وفات پائی تو حضرت ابوطالب، آنحضرت کو پہنانے اور کھلانے میں خود پر اور اپنے گھر والوں کو مقدم رکھتے تھے.

اور ابن حجر عسقلانی نے کتاب الاصابہ میں اس بارے میں لکھتے ہیں:

حضرت ابوطالب ابن عبد المطلب، جن کی کنیت مشہور ہوگئی ہے، مشہور روایت کی بناء پر ان کا نام عبد مناف ہے اور بعض نے ان کا نام عمران لکھا ہے. نیز حاکم نے لکھا ہے زیادہ تر مؤرخین کا عقیدہ یہی ہے کہ ان کی کنیت ہی ان کا نام ہے.

یہاں تک کہ حضرت پیغمبر اکرم کی بابرکت عمر کے واقعات وحادثات سے بھرئے ہوئے آٹھ برسوں کا ذکر کر چکے ہیں.

آنحضرت اب جناب حضرت ابو طالب کے گھر میں داخل ہو چکے ہیں اور مہربان چچا کی آغوش اپنے بھائی حضرت عبداللہ کے عظیم المرتبت بیٹے کی پرورش اور تربیت کیلئے آمادہ ہے.

تاریخ اسلام کی مختصر سے مختصر معلومات رکھنے والے سے بھی یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے کہ اس بزرگ شخص یعنی ابوطالب نے کس قدر ایثار و فداکاری اور کتنے اخلاص ومحبت سے یہ سنگین الٰہی واجتماعی فریضہ اپنی عمر کی آخری سانس تک انجام دیا ہے. جس کا سلسلہ تنتالیس (٤٣)

برسوں تک پھیلا ہوا ہے اس ذریعہ سے آپ روز قیامت تک دنیا بھر کے تمام مسلمانوں پر کتنا بڑا حق رکھتے ہیں.

فجزاہ اللہ عن الاسلام وعن المسلمین خیر الجزاء

لطف عالی متعالی

محمد حسین بہشتی حوزہ علمیہ مشہد مقدس

تقریظ

لاکھوں درود وسلام ہوں کائنات کی عظیم مخلوق حضرت محمد بن عبداللہ اوران کے پاک خاندان خصوصاً حضرت حجۃ ابن الحسن مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی ذات گرامی پر۔

نورِتاباں، ستارہ درخشاں، فضیلت وعظمت کے آسمان یعنی حضرت المؤمنین علی ابن ابی طالب کی ذات مقدس جو ہمیشہ سے جن وبشر کی ہدایت کے سامان فراہم کرتی رہی ہے۔

حضرت علی جو مصداق اتم السابقون السابقون اولئک المقربون ہیں اور تمام جہت سے چاہیوہ اسلام لانے کا مرحلہ ہو یا اسلام کی راہ میں اپنے خون کے آخری قطرہ کو نچھاورر نے کا مقام ہوسب سے بڑھ چڑھ کر ہے۔

آپ میزان حق و باطل ہیں۔حضرت رسول اکرم نے کتنے دلکش اورخوبصورت انداز میں فرمایا:علی حق کے ساتھ اورحق علی کے ساتھ ہے۔اس بناء پرحضرت امیرالمؤمنین ہرقسم کے نقص وعیب سے پاک و پاکیزہ ہیں۔

لیکن ایک گروہ بہت سی وجوہات اورمختلف علتوں کی بناء پراس وجود نازنین سے ہمیشہ دشمنی کرتے رہے ہیں اوراپنی دشمنی وعداوت کومختلف طورطریقوں سے ظاہر کرتے رہے ہیں من جملہ:

۱۔حضرت امیر المؤمنین کی فضیلت اور مقام کو چھپانے کی ناکام کوشش.

۲۔دوسروں کو آپ پر فوقیت اور برتری دینا.

۳۔آپ کے مخالفین کے فضائل تراشنا.

٤۔آپ کو سب وشتم کرنا(البتہ ان لوگوں کی تعداد بہت رہی ہے)

٥۔آپ کے کرداراور گفتار پر اعتراض کرنا.

٦۔آپ کی حکومت وخلافت کو غصب کرنا.

۷۔خاندان وحی کو اذیت وآزار دینا.

اس کے علاوہ اس مسئلہ کو زیادہ اچھالنا کہ حضرت امیر المؤمنین کے والد گرامی مشرک تھے. گویا یہ چاہتے ہیں کہ حضرت علی کو مشرک زادہ ثابت کریں.(نعوذ باللہ)

کئی سالوں سے مخالفین اس تہمت پر خاص تاکید کرتے رہے ہیں.اسی وجہ سے میں نے یہ فیصلہ کیا کہ ایک مختصر کتاب اس ضمن میں یعنی ایمان ابوطالب کے بارے میں تحریر کروں تاکہ سب کے اوپر واضح اور روشن ہوجائے ک نہ فقط آپ صاحب ایمان نہیں بلکہ آپ کا ایمان تمام جن وانس کے ایمان سے قوی تر اور برتر ہے.

یہ کتاب دو زبان فارسی اور انگلش میں ایران کے اندر چھپی اور نشر ہوچکی ہے.اور یہ فیصلہ ہوا ہے کہ اردو زبان میں ترجمہ ہوکر زیادہ سے زیادہ مورد استفادہ قرار دیا جائے.

اس کتاب کا ترجمہ کرنے والے محقق گرامی حجۃ الاسلام والمسلمین جناب شیخ محمد حسین بہشتی صاحب جن کا سابقہ تالیف اور ترجمہ اردو زبان میں زیادہ رہا ہے.امیدوار ہوں کہ خداوند

عالم اس سعی پیہم کو آپ کیلئے ذخیرۂ آخرت قرار دے اور حضرت امیر المؤمنین کے خاص توجہات کے حامل ہوں.

جعفر فاضل
مشہد مقدس ایران

سرچشمہ ایمان

ستائیس (۲۷) رجب یوم وفات حضرت ابو طالب ہے. سید بطحاء حضرت ابوطالب ہجرت سے دس (۱۰) سال پہلے اس دنیا سے رحلت فرما گئے تھے. اس وقت آپ کی عمر اکیاسی (۸۱) سال تھی. چونکہ جعلی روایت کے ذریعے آپ کی شان میں گستاخی کی گئی ہے اور آپ کو مشرک کہا گیا ہے لہذا مناسب سمجھا کہ کہ حقیقت حال سے آگاہ ہونے کیلئے کچھ تحقیق کی جائے.

صاحب وقایع الایام، جلد۱، ص289 میں لکھتے ہیں:

سیوطی کہتے ہیں: جس من گھڑت حدیث کے ذریعے حضرت ابو طالب کی شان میں جسارت کی گئی ہے وہ معاویہ ابن ابوسفیان کی حکومت اور اس کے بعد کے زمانے کی ہے جو بنی امیہ کو خوش کرنے کیلئے ایک روای مغیرہ بن شعبہ نے گھڑی تھی. یہ شخص بنی ہاشم سے دشمنی کے بارے میں بہت مشہور تھا.

البتہ اس قسم کی کی نسبتوں اور تہمتوں سے وجودِ مقدس حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کی ذاتِ اقدس کی توہین اور ان کی شخصیت کو داغدار کرنے کیلئے ایک ناکام کوشش تھی، جو اہل تحقیق سے پوشیدہ نہیں ہے.

اس مقالہ میں ہمارا ہدف حضرت ابو طالب کے ایمان اور ان کے اخلاص کو ثابت کرنا ہے.

حضرت ابوطالب کے بارے میں بہت ساری باتیں موجود ہیں لیکن جس موضوع اور مطلب بارے میں ہم نے بحث کرنی ہے وہ درج ذیل ہیں.

1- حضرت رسول اکرم کی کفالت کیلئے حضرت ابو طالب کا انتخاب اور انہیں حضرت ابو طالب کے سپرد کرنے کے اسباب کیا ہیں. جبکہ آپ خود فقر اور تنگدستی میں گرفتار تھے. پس حضرت رسول اکرم کی حفاظت و کفالت نہایت ہی اہمیت کا حامل مسئلہ ہے.

2- کفالت کو نہایت ہی احسن اور مکمل طور سے انجام دینا، حضرت رسول اکرم کی جان کی حفاظت کرنا اور اسلام کا تسلسل، حضرت ابوطالب کا مرہون منت ہے.

3- عربستان میں حضرت ابوطالب کی شخصیت، مقام و مرتبہ اور آپ کا حسب ونسب روزِ روشن کی طرح عیاں اور واضح ہے.

4- آپ کے ایمان کی پختگی اصحاب کہف کے ایمان کی مانند خلقِ خدا پر روشن و منور ہے.

5- دین کی بقاء اور اسلام کے تسلسل میں حضرت ابوطالب کا بڑا کردار شامل ہے.

6- حضرت ابوطالب کے ایمان پر اعتقاد رکھنا ضروری ہے.

7- خاندانِ وحی کی جانب سے حضرت ابوطالب کے ایمان پر دلیل و برھان موجود ہے.

8- چھ معصوم ہستیوں حضرت رسول اکرم، حضرت امیر المؤمنین علی، حضرت امام سجاد، حضرت امام محمد باقر، حضرت امام جعفر صادق اور حضرت امام رضا کے فرامین ہیں کہ حضرت ابوطالب کا ایمان تمام جن وانس کے ایمان پر افضل و برتر ہے.

9- حضرت ابوطالب کا خدا کے ساتھ رابطہ اور ان کا مستجاب الدعوۃ ہونا ثابت ہے.

10- حضرت ابوطالب کے ایمان پر قرائن اور شواہد موجود ہیں.

11- حضرت ابوطالب کا ایمان کتب اہل سنت سے ثابت ہونا.

12- حضرت ابوطالب کے ایمان کے بارے میں علماء امامیہ کا اتفاق اور اجماع ہے.

13- حضرت رسول اکرم کی رسالت اور امیر المؤمنین علی کی امامت پر حضرت ابوطالب کا اعتقاد اور ایمان.

14- حضرت ختم مرتبت پیغمبر اکرم کی حفاظت کے حوالہ سے حضرت ابو طالب کے اجر رسالت کی عظمت اور تمام مسلمانوں کے اعمالِ خیر میں ان کی شرکت.

ان تمام موضوعات پر بحث کرنے کیلئے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے. بہر حال ہم قارئین کی آسانی کیلئے اس ضمن میں ان تمام عناوین پر مختصر مگر مفید گفتگو کریں گے تا کہ مطلب کا رخ روشن اور واضح ہو سکے.

حضرت عبدالمطلب کی متعدد بیویاں تھیں ان میں سے ایک فاطمہ بنت عمرو بن عائذ ہے جن سے حضرت عبداللہ، رسول اکرم کے والد بزرگوار، حضرت ابوطالب حضرت امیر المؤمنین علی کے والد گرامی اور زبیر و عبدالکعبہ پیدا ہوئے. حضرت عبدالمطلب کی دوسری بیویوں سے مثلاً حضرت عباس و حارث متولد ہوئے. چنانچہ عباس کی نسل سے (بنی عباس کا سلسلہ نسب چلا) جو کہ حضرت عبداللہ کے بھائی تھے.

ماں باپ دونوں کے حوالہ سے یعنی دونوں ایک ہی ماں باپ سے متولد ہوئے ہیں. بنا براین حضرت عباس، پیغمبر اکرم کے چچا ہوئے صرف باپ کے حوالے سے. لیکن حضرت ابوطالب

،پیغمبر اکرم کے چچا ہوئے ماں باپ دونوں کے حوالہ سے.اس بات کی اہمیت اس حد تک ہے کہ اس پر زبردست قسم کے اعتقادی ثمرات مرتب ہوئے ہیں.

ہارون الرشید جو بنی عباس سے تھا حضرت امام موسیٰ بن جعفر سے سوال کرتا ہے کہ آپ کیوں اپنے آپ کو حکومت کا حق دار سمجھتے ہیں جبکہ جس طرح حضرت ابو طالب ،پیغمبر اکرم کے چچا ہوتے ہیں اسی طرح حضرت عباس بھی پیغمبر اکرم کے چچا تھے؟

آپ کو کس بنا پر بنی عباس پر فضیلت حاصل ہے؟

اور آپ یہ اعتقاد کیوں رکھتے ہیں کہ حکومت وخلافت بنی عباس تک نہیں پہنچنی چاہیے اور یہ حق صرف حضرت علی اور ان کے فرزندوں کو پہنچتا ہے؟

حضرت امام موسیٰ کاظم ،ہارون رشید کے جواب میں فرماتے ہیں:

جناب عباس کا پیغمبر اکرم کا چچا ہونا درست ہے لیکن عبداللہ وعباس صرف باپ کے حوالے سے بھائی تھے لیکن ہمارے جدامجد حضرت ابو طالب

حضرت عبداللہ کی ماں کی طرف سے بھی بھائی تھے،لہذا پیغمبر اکرم سے ہماری قرابت زیادہ ہے

حضرت عبد المطلب کی عام الفیل کے آٹھ سال بعد دنیا سے رحلت ہوئی.آپ پیغمبر اکرم کی کفالت کے ذمہ دار تھے.آپ نے اپنی وفات کے موقعہ پر حضرت ابو طالب کو وصیت کی کہ اپنے بھتیجے محمد کی کفالت کی ذمہ داری اور سرپرستی کو قبول کریں.

حضرت ابو طالب نے بھی خوشی سے اس ذمہ داری کو قبول فرمایا.اس میں شک نہیں ہے کہ حضرت ابو طالب نے وصیت پہنچان اور معرفت کی بنیاد پر قبول فرمائی تھی. کیونکہ حضرت

عبدالمطلب نے اپنے بیٹوں حارث ، عباس ،زبیراور دوسرے بھائیوں کی موجودگی کے باوجود اس ذمہ داری کو صرف اور صرف حضرت ابوطالب کے سپرد کیا ۔ حالانکہ حضرت عبدالمطلب، جناب حضرت ابوطالب کی معاشی تنگدستی کی صورتِ حال سے اچھی طرح آگاہ تھے۔

صاحبِ تاریخ طبری اس ضمن میں یوں تحریر کرتے ہیں:

جب حضرت عبدالمطلب کی رحلت کا وقت قریب ہوا تو آپ نے جناب حضرت ابوطالب کو وصیت فرمائی کہ وہ پیغمبر اکرم کی وکالت وکفالت کو قبول کریں۔

صاحب کتاب تاریخ طبری نے اس بات کی وجہ کچھ اس طرح بیان کی ہے:

چونکہ حضرت ابوطالب جناب عبداللہ کے سگے بھائی تھے ۔اس وجہ سے حضرت عبدالمطلب نے رسول اکرم کی کفالت وکالت آپ کے سپرد کی تھی ۔لیکن یہ نظریہ کچھ بے توجھی اور شاید اندھے تعصب کی بناء پر ہو کیونکہ اگر یہ کام صرف اور صرف سگے بھائی ہونے کی بناء پر کیا گیا تھا تو پھر ان کے اور بھی سگے بھائی مثلاً عباس، زبیر اور حارث وغیرہ بھی تھے۔

پھر یہ ذمہ داری ان میں سے کسی کے کاندھے پر کیوں نہیں ڈالی گئی ۔البتہ یہ بات ماننے کو دل نہیں چاہتا ہے کہ ثروت منداور مالدار افراد کی موجودگی میں ایک غریب اور فقیر شخص، پیغمبر اکرم کی وکالت وکفالت اور سرپرستی کو قبول کرے ۔مگر یہ کہ اس میں کوئی اور فضلیت و برتری موجود ہو۔

حضرت ابوطالب کی لیاقت اور شایستگی حضرت عبدالمطلب پر واضح وآشکار تھی اس وجہ سے

انہوں نے اس عظیم ذمہ داری کیلئے حضرت ابوطالب کا انتخاب عمل میں لائے اس حوالہ سے قابل توجہ بات یہ حضرت عبدالمطلب جانتے تھے کہ حضرت محمد خدا کے رسول ہیں اور یہ حقیقت جناب حضرت ابوطالب کے گوش گزار بھی فرمائی اوران سے وعدہ لیا کہ پیغمبر اکرم کی حفاظت کے واسطے اپنے ایمان کو مخفی رکھیں اور حضرت ابوطالب نے بھی ایسا ہی کیا یہ بات سب پر عیاں ہے کہ جب تک حضرت ابوطالب زندہ رہے کسی کو جرات تک نہ ہوئی کہ وہ پیغمبر اکرم کوکوئی اذیت وآزار کرے.

ابن ابی الحدید اس ضمن میں شعر لکھتے ہیں کہ جس کا مطلب یہ ہے:

اگر ابوطالب اوران کا بیٹا نہ ہوتے تو دین اس قدر مستحکم نہ ہوتا. جناب حضرت ابوطالب نے مکہ میں پیغمبر اکرم کی کھل کر حمایت کی اوران کے بیٹے علی نے مدینہ میں پیغمبر اکرم کا بے دریغ دفاع کیا.

مذکورہ مطالب سے واضح ہوتا ہے:

ض-1 حضرت ابوطالب کا ایمان، پیغمبر اکرم پر راسخ تھا.

ض-2 حضرت ابوطالب بہترین طریقے سے پیغمبر اکرم کی حفاظت اور سرپرستی کی.

تاریخ یعقوبی میں ہے کہ:

پیغمبر اکرم نے بیس (۲۰) سال کی عمر میں دوافراد کوخواب میں دیکھا کہ جوایک دوسرے سے کہہ رہے تھے یہ وہی ہے جوتمہارے سپرد کی گئی ہے. حضرت محمد نے خواب اپنے چچا کے سامنے نقل کیا، وہ مکہ میں یہود ونصاریٰ کے علماء کے پاس گئے اوران کے سامنے یہ خواب

بیان کیا تو ان لوگوں نے کہا یہ شخص ایک پاک مطہر روح کا مالک ہے اور عنقریب قیام کریگا.
اور دوسری علامتیں جو ان کی کتابوں میں آئی ہیں ان کی بناء پر آپ کو رسول آخر الزمان کہا گیا ہے. یہود و نصاریٰ کے علماء نے اس خواب سے جو کچھ سمجھا وہ حضرت ابو طالب کے سامنے بیا ن کیا اس سے سب پر واضح ہو گیا اور سب سمجھ گئے کہ حضرت محمد بن عبداللہ خدا کے رسول ہونگے.

یہ سمجھ سے باہر ہے کہ یہود و نصاریٰ کے علماء تو حضرت رسول اکرم کی شخصیت سے آگاہ ہوجائیں لیکن حضرت ابو طالب ہمیشہ حضرت رسول اکرم کے ساتھ رہنے کے باوجود اس فیض سے محروم رہ جائیں.

اسی تاریخ یعقوبی میں ہے کہ یہود و نصاریٰ کے علماء نے حضرت ابو طالب سے کہا:

یہ تمہارا بھتیجا خدا کا پیغمبر ہے اس کی حفاظت کریں اور اس پر ایمان لائیں اور اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھیں یہ سب تمہاری ذمہ داریوں میں سے ہے.

تاریخ یعقوبی میں حضرت ابو طالب کا وہ خطاب بھی درج ہے جو آپ نے پیغمبر اکرم کی شادی کے موقع پر کیا تھا اور یہ حضرت ابو طالب کے ایمان پر بہترین شاہد ہے حضرت ابو طالب نے فرمایا:

قریش میں سے کوئی بھی میرے بھتیجے کی شان و منزلت کو نہیں پہنچ سکتا بلکہ کوئی بھی انسان ان کے مقام و مرتبہ کا حامل نہیں ہے (لا یقاس بہ احد)

یہ بالکل وہی تعبیر ہے جو حضرت امام جعفر صادق نے آئمہ طاہرین کے بارے میں فرمائی.(لا

یقاس بنا بشر).
ان علامات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابوطالب کو رسول اکرم کے بارے میں مکمل معرفت تھی.
پیغمبر اکرم تقریباً آٹھ یا دس سال کے تھے کہ حضرت ابوطالب آپ کو بعض لوگوں کی مخالفت کے باوجود بڑی حفاظت کیساتھ شام کے ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ لے گئے اور فرمایا: میں ہرگز اس بچے کو اپنے سے دور نہیں کروں گا.
تاریخ طبری میں ذکر ہوا ہے کہ:
بحیرہ راہب بہت بوڑھا ہو چکا تھا وہ توراۃ اور انجیل کا بہت بڑا عالم تھا. نبی آخرالزمان کی نشانیاں خوب جانتا تھا. وہ یہ بھی جانتا تھا کہ حضرت رسول اکرم مکہ ہی سے ظہور کریں گے. لہذا کوئی بھی کارواں ادھر سے گزرتا تو وہ آخری رسول کے مبعوث ہونے کے بارے میں ضرور پوچھ گچھ اور سوال کرتا تھا. یہاں تک کہ حضرت ابوطالب کا کارواں وہاں پہنچا. وہاں ایک درخت تھا جو سالہا سال سے خشک تھا، اس کارواں کی برکت سے سرسبز ہو گیا. اور پھل دینے لگا. بحیرہ راہب نے دیکھا کہ اس کارواں کے اوپر بادل کا ایک ٹکڑا سایہ کئے ہوئے ساتھ ساتھ آرہا ہے وہ اپنے آپ سے کہنے لگا کہ یہ دوسری نشانی ہے. بحیرہ راہب نے اپنی کھوئی ہوئی چیز کو اس کارواں میں پالیا.
حضرت محمد کے دوش مبارک پر مہر نبوت کو دیکھ کر ایمان لایا. واضح سی بات ہے کہ یہ ماجرا اور نشانیاں کارواں والوں سے مخفی نہیں تھیں.
بڑے افسوس کی بات ہے کہ تاریخ طبری کے مؤلف نے لکھا ہے:

حضرت رسول اکرم نے ابو طالب سے درخواست کی کہ وہ ایمان لے آئیں.لیکن حضرت ابو طالب نے فرمایا: میں اپنے دین سے جدا ہونا نہیں چاہتا اور نہ ہی اپنے باپ کے دین کو چھوڑ سکتا ہوں.

لیکن اگر یہ ماجرا صحیح طور پر نقل ہوا ہو تو یہ خود ایمان حضرت ابو طالب پر ایک دلیل ہے کیونکہ حضرت ابو طالب اور ان کے والدین سب دین ابراہیم پر قائم تھے اور اس قسم کی باتیں از باب تقیہ ہوا کرتی ہیں.اور ہم نے یہ جانتے ہیں کہ جناب عبدالمطلب نے حضرت ابو طالب سے درخواست کی تھی کہ وہ اپنے ایمان کو مخفی رکھیں اور حضرت ابو طالب نے پیغمبر اکرم کی حفاظت کے واسطے ایسا ہی کیا.

ایک شخص نے امیر المؤمنین سے کہا: افسوس ہے کہ آپ کے والد مشرک تھے.آپ نے فرمایا : یہ کیسے ممکن ہے کہ بیٹا قسیم النار والجنۃ بہشت اور جہنم کو تقسیم کرنے والا ہو اور باپ آگ میں ہو؟

واضح سی بات ہے حضرت علی کا مقصد یہ نہیں ہے کہ میں بہشت اور جہنم کا تقسیم کرنے والا ہوں لیکن میں باپ شفاعت کر کے بہشت میں لے جاؤں گا کیا یہ بات قرآن میں نہیں آئی ہے ؟ کہ شفاعت کرنے والے شافعین سے مشرکین کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا ، بلکہ حضرت علی کا مقصد یہ ہے کہ کیسے ممکن ہے کہ باپ مشرک ہو اور کے ہاں مجھ جیسی شخصیت کا مالک بیٹا پیدا ہو سکتا ہے؟

اس کے علاوہ حضرت امیر المؤمنین علی نے بارہا ایمان ابو طالب کے بارے میں وضاحت

فرمائی ہے جبکہ امیر المؤمنین علی کی شخصیت تمام مسلمان فرقوں کیلئے قابل قبول اور قابل اعتماد ہے ایسے میں کسی کو حضرت علی کے والد گرامی کے ایمان پر ہرگز شک نہیں کرنا چاہیے.

سبط ابن جوزی نے حضرت علی کے اشعار پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا:

ابا طالب عصمت المستجیری

وغیث المحول ونو ر الظلم

جناب ابوطالب پناہ لینے والوں کی پناہ گاہ تھے.

وہ ہر فریادی کے فریادرس اور تاریکی میں نور تھے.

حضرت امام علی کا مقصد یہ تھا کہ میرے والد محترم اس تاریکی کفر وشرک میں نور ایمان کے حامل تھے.

اس بارے میں حضرت امام محمد باقر فرماتے ہیں:

اگر تمام خلائق (جن وانس) کے ایمان کو ایک طرف رکھیں اور دوسری طرف ہمارے جد امجد حضرت ابوطالب کے ایمان کو رکھیں تو ہمارے جدِ امجد کا ایمان سنگین اور بھاری ہوجائیگا.

حضرت امام جعفر صادق فرماتے ہیں:

حضرت ابوطالب کے دو اجر ہیں. ایک اجر ان کے ایمان کا اور دوسرا اجر ایمان مخفی رکھنے کا، جیسا کہ اصحاب کہف نے اپنے ایمان کو مخفی رکھا.

ایک شخص نے حضرت امام رضا سے حضرت ابوطالب کے ایمان کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: اگر ابوطالب کے ایمان پر اعتقاد نہ رکھو تو آخر کار تمہارا ٹھکانہ جہنم ہوگا.

ایک شخص نے حضرت علی سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا: خدا کی قسم! میرے پدر بزرگوار

حضرت ابو طالب میرے جد امجد حضرت عبد المطلب و ہاشم و عبد المناف نے ہرگز ایک لحظہ کیلئے بھی بت پرستی نہیں کی ہے. ایک شخص نے پوچھا وہ اسلام سے پہلے کس چیز کی پرستش کرتے تھے؟

حضرت نے فرمایا: وہ لوگ خفیہ طور پر قبلہ کی طرف نماز پڑھتے تھے اور دین حنیف ابراہیم پر تھے کہ رسول اکرم سے اس سلسلہ کو مکمل فرمایا.

فریقین (شیعہ وسنی) کے درمیان ایک اتفاقی مسئلہ ہے کہ اگر کوئی مشرک و کافر عورت مسلمان ہوجائے اور شوہر کفر کے اوپر باقی رہے تو اس عورت کو چاہیے کہ وہ اپنے شوہر سے الگ (جدا) ہوجائے کیونکہ عقد ازدواج باطل ہوجاتا ہے.

لہذا جب رسول خدا کی بیٹی زینب مسلمان ہوگئی اور اس کا شوہر زید بن العاص کفر پر باقی رہ تو رسول اکرم نے حکم دیا کہ وہ اپنے شوہر سے جدا ہوجائے.

حضرت امام زین العابدین نے اس تاریخی واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا: ان لوگوں کے اوپر تعجب ہے جو حضرت ابو طالب کی طرف کفر وشرک کی نسبت دیتے ہیں جبکہ رسول خدا اس بات پر مامور تھے کہ جو عورت مسلمان ہوجائے اسے حکم دیں کہ وہ اپنے مشرک شوہر سے جدا ہوجائے.

اسی بناء پر اگر حضرت ابو طالب کافر تھے تو حضرت رسول خدا کو چاہیے تھا کہ وہ جناب فاطمہ بنت اسد کو حضرت ابو طالب سے جدا کرتے؟ کیونکہ فاطمہ بنت اسد ہمارے جد امجد امیر المؤمنین علی کی مادر گرامی ہیں آپ سب سے پہلے اسلام لانے والی خواتین میں سے ہیں.

لیکن پیغمبر اکرم نے کبھی بھی فاطمہ بنت اسد کو حضرت ابوطالب سے جدا ہونے کا حکم نہیں دیا.
یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوطالب باایمان شخص تھے. لیکن انہوں نے کسی مصلحت کی بنیاد پر اپنے ایمان کو مخفی رکھا تھا.

ابن الحدید نے مایہ ناز کتاب شرح نہج البلاغہ میں حضرت امام سجاد کے اسی استدلال کو ایمان ابوطالب کے بارے میں ذکر کیا ہے. حضرت امام محمد باقر بھی حضرت ابوطالب کے ایمان پر استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حضرت امیرالمؤمنین علی ہر سال اپنے والد محترم کی نیابت میں حج کیلئے جاتے تھے. اگر حضرت ابو طالب مشرک ہوتے تو حج مشرک کیلئے کوئی معنی نہیں رکھتا ہے اس کے علاوہ حضرت امیرالمؤمنین علی اپنے وصیت نامہ میں بھی وصیت کی کہ ہر سال اپنے والد کی نیابت میں حج کو جائیں.

حضرت پیغمبر اکرم نے حضرت ابوطالب کیلئے رحمت اور مغفرت کی دعا فرمائی اور ان کی تشیع جنازہ میں گریہ وزاری بھی کی. اس بنیاد پر کہ رسول اکرم معصوم ہیں آپ کی دوستی خدا کی دوستی کی بنیاد پر ہے لہذا جس کسی کو بھی پیغمبر اکرم دوست رکھیں وہ خدا کا محبوب ہوا کرتا ہے.

پیغمبر اکرم نے جناب عقیل سے فرمایا: میں تمہیں دو وجہ سے دوست رکھتا ہوں، ایک یہ کہ تم میرے رشتہ دار ہو اور دوسری وجہ یہ کہ جناب حضرت ابوطالب تم کو بہت چاہتے تھے.

یہ تو ہم جانتے ہیں کہ حضرت رسول خدا کسی مشرک پر رحمت نہیں بھیجتے کیونکہ ہر موحد کیلئے ضروری ہے کہ وہ صرف مؤمن سے دوستی رکھے اور مشرک و کافر سے دشمنی رکھے اور اس سے

بیزار رہے یہ تصور کہ حضرت ابو طالب عمر کے آخر میں ایمان لائے تھے کہ کسی سند کے بغیر اور عقلی و نقلی شواہد کے مخالف ہے.

زیارت ناموں اور بعض دعاؤں میں اہل بیت سے یوں خطاب ہے.

اشھد انک کنت نوراً فی الاصلاب الشامخہ والارحام المطھر ۃ.

اے ہمارے مولا! ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ کا نور عظیم صلبوں اور مطہر و منزہ رحموں میں موجود تھا. صحیح سند کے بنیاد پر ہمارا اعتقاد ہے کہ حضرت امیر المؤمنین علی کے تمام اجداد اور والدین ہر قسم کے شرک، بت پرستی اور گناہوں سے پاک انسان تھے اور ان کی پیشانی خدا کے علاوہ کسی چیز کے سامنے نہیں جھکی ہے ایک جھوٹی اور جعلی روایت کے بناء پر بعض مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ پیغمبر اکرم کے والد گرامی حضرت عبداللہ اور حضرت علی کے والد گرامی حضرت ابوطالب کی جگہ شرک کی بناء پر آگ میں ہیں.

اہل سنت کی اہم ترین کتاب کتاب صحیح مسلم میں کچھ اس طرح نقل ہوا ہے:

انس نے کہا: ایک شخص نے پیغمبر اکرم سے پوچھا: کیا میرا باپ آگ میں ہے؟ حضرت نے فرمایا: جی ہاں!

چونکہ کفر کی حالت میں دنیا سے چلے گئے تھے اس وجہ سے وہ آگ میں ہیں. پھر پیغمبر اکرم نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میرے والد بھی آگ میں ہیں.

سنن ابن ماجہ و ابن داؤد میں بھی روایات نقل ہوئی ہیں:

ابو ہریرہ نے کہا: پیغمبر اکرم نے اپنی ماں کی قبر کی زیارت کی اور گریہ کیا، جو لوگ وہاں پر

موجود تھے وہ بھی روئے، اس نے خداوند عالم سے اجازت لی تا کہ میں اپنی ماں کیلئے طلب مغفرت کروں لیکن مجھے اس طرح کی اجازت نہیں دی گئی لیکن خداوند سے چاہا کہ ماں کی قبر کی زیارت کروں تو خداوند مجھے اجازت دے دی.

آخر میں پیغمبر اکرم نے فرمایا تم لوگ بھی قبروں کی زیارت کرو کیونکہ قبروں کی زیارت موت کی یاد دلاتی ہے.

اب یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ اس قسم کا اصرار جو اہل بیت کے آباؤ اجداد کو مخدوش کرنے کے بارے میں کیا جاتا ہے اس کا مقصد کیا ہے؟ اس قسم کی فکر، ہدف اور مقصد کے پیچھے کون سے عوامل کارفرما ہیں؟

اس قسم کی مہم باتوں کو کسی اور موقعہ کیلئے چھوڑ تے ہیں.

رسول اکرم نے حضرت عبدالمطلب کے بارے میں امیر المؤمنین علی سے فرمایا: انہوں نے کسی بت کی پرستش نہیں کی اور نہ ہی ایسے حیوان کا گوشت کھایا ہے جو بت کے نام پر ذبح کیا گیا ہو. اور انہوں نے فرمایا کہ ہم اپنے جد امجد حضرت ابراہیم کے دین اور آئین کی پیروی کرتے ہیں.

پیغمبر اکرم نے فرمایا: میں اور علی ایک ہی نور سے ہیں اور ہمیشہ ساتھ ساتھ ہیں ہمارا نور ایک صلب سے دوسرے صلب میں منتقل ہوتا رہا. پس اس نور کے دو حصے ہو گئے، ایک حصہ حضرت عبداللہ کے صلب میں قرار پایا اور دوسرا حصہ حضرت ابو طالب کے صلب میں قرار پایا. بعد میں میں حضرت آمنہ کے بطن مبارک سے متولد ہوا اور علی فاطمہ بنت اسد کے بطن مبارک

سے دنیا میں آئے۔

ہم زیارت جامعہ میں پڑھتے ہیں:

اشهد انك كنت نورا فی الاصلاب الشامخه والارحام المطهره لم تنجسك الجاهلیة بانجاسها.

ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ عظیم لوگوں کے بلند ومرتبہ صلب اور پاک ومطہر ماؤں کے رحم میں تھے جاہلیت کی نجاست نے آپ کو ہرگز چھوا تک نہیں ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر اہل بیت میں سے کسی کے باپ یا ماں مشرک ہوتے، کیونکہ قرآن مجید نے مشرکین کے نجس ہونے کا اعلان کیا ہے تو یہ نجاستیں وراثت کی بنیاد پر آنے والی نسلوں میں منتقل ہوتی رہتیں اگر ایسا ہوتو پھر آیہ تطہیر کیلئے کوئی جگہ باقی نہیں رہتی۔ لہذا اگر کوئی مسلمان، اہل بیت میں سے کسی کے باپ یا ماں کو مشرک جان لے تو گویا اس نے دانستہ یا نادانستہ طور پر آیہ تطہیر کو رد کر دیا ہے اور جس نے آیہ تطہیر کو رد کرلیا اس کا حکم معین و مشخص ہے۔

حافظ گنجی شافعی لکھتے ہیں:

حضرت امیر المؤمنین علی کعبہ میں فاطمہ بنت اسد سے متولد ہوئے۔ حضرت ابو طالب اور جناب فاطمہ بنت اسد نے کوہ ابوقیس کی بلندی پر جا کر خداوند عالم کی بارگاہ میں اس مولود کعبہ کا نام مشخص و معین کرنے کیلئے یوں التماس کی۔

اے پروردگار عالم! جورات کی تاریکی میں نور کی عظیم ہستی ہے اور اس چمکتے ہوئے آفتاب کا مالک ہے، اپنے عظیم علم مکنون اور پوشیدہ رازوں سے ہمیں بتائیں کہ اس بچے کا نام کیا رکھا جائے۔

یا رب ھذا القصب دجی

والقمر المبتلج المضی

بین لنا من امرك الخفی

ما ذا تری فی امر ھنا الصبی

ایسے میں آسمان سے ایک لوح نازل ہوئی اس پر یہ شعر کندہ تھا:

حصصتما بالولد الزکی

والطاھر المنتخب الرضی

واسمہ من قاصر العلی

علی اشتق من العلی

اس لوح کو حضرت ابو طالب نے محفوظ کیا اور کعبہ کی دیوار پر لٹکا دیا. بنی ہاشم اس لوح پر افتخار کیا کرتے تھے.

حجاج کے زمانے تک یہ لوح موجود رہی اس کے بعد گم ہوگئی.

بعض کا کہنا ہے کہ ایک آواز حضرت ابو طالب کے کانوں تک آئی. اے ابو طالب ! اے فاطمہ بنت اسد!

میں نے یہ اعجاز اور افتخار صرف تم کو دیا ہے کہ حضرت علی جیسا عظیم فرزند تمہیں عنایت کیا اور یہ عظیم فرزند میں نے اپنی خوشی اور رضایت کی بنیاد پر تمہیں عطا کیا ہے یہ ایسا فرزند ہے جو پاک، زکی، طاہر، رضی اور منتخب شدہ ہے.

(زکی (یعنی برگزیدہ)

(طیب طاہر، پارسا، (طاہر یعنی پاک و پاکیزہ)

(رضی (یعنی دوست دار، راضی، خوشی، مرضی)

(منتخب (یعنی برگزیدہ، بزرگوار، عظیم شخصیت)

خداوندمتعال نے فرمایا: کہ میں بلند مرتبہ ہوں لہذا اس مولود کا نام اپنے اسم سے مشتق کیا ہے اوراس نام علی رکھا ہے. حضرت ابو طالب نے اس واقعے کے بعد دس اونٹ قربان کئے اور خداوند عالم کی بارگاہ میں سجدہ شکر بجالائے.

اس واقعہ سے بہ خوبی استفادہ کیا جا سکتا ہے کہ:

جناب حضرت ابو طالب موحد تھے لہذا وہ خدا کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوئے نہ کہ بتوں کے سامنے جھکے.

مقام ابو طالب اس حد تک بلند تھا کہ خداوند عالم نے ان کے سوال کا جواب دیا.

حضرت ابو طالب خدا کو سجدہ کیا نہ کہ بت کو.

حضرت ابو طالب کیلئے عظیم ترین افتخار اور فخر یہ ہے کہ آپ کا علی جیسا فرزند ہے.

کلمہ منتخب سے حضرت ابو طالب سمجھ گئے کہ وہ ایک ایسے فرزند کے باپ ہیں جو منصب امامت کیلئے منتخب ہو چکا ہے.

کلمہ طاہر منتخب اور رضی سے استفادہ کرتے ہوئے حضرت امیر المؤمنین علی کی عصمت و طہارت ثابت ہوتی ہے.

ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو طالب کی معرفت بہت ہی بلند تھی ،لہذا اپنے اشعار میں کہا:

(اے آفتاب و ماہتاب کے ہستی

(اے صاحب علم ومکنون

(اے زمین وآسمان کے مالک

جس طرح خداوند عالم نے حضرت موسیٰ سے کلام کیا تھا اسی طرح حضرت ابوطالب سے بھی کلام کیا.

حضرت ابوطالب۔صاحب مستجاب الدعوۃ تھے.

انصاف سے دیکھا جائے تو ان واقعات سے کافی حد تک حضرت ابوطالب کا موحد ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔یہاں تک کہ ایمان حضرت ابوطالب خود اہل سنت کے منابع سے بھی ثابت ہوتا ہے لیکن بعض نے اس بات سے استفادہ کرتے ہوہے کہ وحی فقط پیغمبر سے مختص ہے اس واقعہ میں شک کیا ہے.حالانکہ کلمہ وحی اس نبی اور رسول سے مختص کیا گیا جو صاحبِ دین اور صاحبِ شریعت ہو۔جب ہم قرآن مجید کا مطالعہ کرتے ہیں اور تلاوت کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ کلمہ وحی شہد کی مکھی اور حضرت موسیٰ کی مادر گرامی کیلئے بھی استعمال ہوا ہے.لہذا اگر کلمہ وحی حضرت ابوطالب کیلئے استعمال ہوا ہے تو پریشانی کی کوئی ضرورت نہیں ہے.

(حضرت موسیٰ کی ماں پیغمبر نہیں تھی.قرآن کہتا ہے

:"واوحینا الی ام موسیٰ"

(حضرت عیسیٰ کی مادر گرامی بھی پیغمبر نہیں تھی.لیکن ارشاد باری تعالیٰ ہورہا ہے
:"فنادیناھا من تحتھا ان لاتحزنی"

خداوند رب العزت نے حضرت ابو طالب کو دس (۱۰) فرزندعنایت کئے .حضرت امیرالمؤمنین علی کے سواء کسی فرزند کا نام رکھنے کیلئے خدا سے درخواست نہیں کی یہ امر خود ایک انوکھی بات ہے.

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت ابوطالب پہلے ہی سے جانتے تھے کہ علی کے جائے ولادت کعبہ میں ہے اور اس کا نام بھی صرف خدا ہی کو رکھنا ہے.حضرت ابو طالب کے ایک شعر کا مصرعہ یہ ہے

"بین لنا من امرك الخفی"
ہمارے لئے اپنے مخفی امور کو ظاہر کر.

یہ اس واقعہ کے حوالے سے ایک لطیف اشارہ ہے.

روایات کے مطابق حضرت امیرالمؤمنین علی کا نام شروع خلقت میں ہی خداوند عالم نے رکھا تھا اور یہ بات پہناں اور مخفی رکھی تھی. یہاں تک کہ حضرت امیرالمؤمنین علی کی ولادت ہوئی اور اس کو سب پر آشکار کردیا.

حلیۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں: پیغمبر اکرم نے فرمایا:

مکتوب علی ساق العرش لا اله الا الله وحده لا شریك له و محمد عبدی و رسولی و ایدته بعلی بن ابی طالب.

عرش کے ساق پر لکھا گیا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں ہے. وہ یکتا ہے اور اس کا کوئی

شریک نہیں ہے، محمد میرا بندہ اور میرا رسول ہے ان کی علی بن ابی طالب نے مدد کی۔

طبری نے اپنی تفسیر میں اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت علی کے حالات زندگی میں اور کفایۃ الطالب باب ٦٢ میں محمد بن یوسف گنجی شافعی نے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

خصایص کبری اور تفسیر درالمنثور میں آیا ہے کہ رسول خدا نے شب معراج میں اس عبارت کو اسی صورت میں دیکھا ہے۔

خطیب خوارزمی مناقب میں لکھتے ہیں کہ پیغمبر اکرم نے فرمایا: مکتوب علی باب الجنۃ علی اخو رسول اللہ۔

بہشت کے دروازے پر لکھا ہوا ہے کہ علی، رسول خدا کے بھائی ہیں۔

اب تو مشخص ہو گیا کہ سید البطحاء حضرت ابو طالب اولیاء الہیٰ میں سے تھے۔ اور محکم و مضبوط ایمان کے مالک تھے۔ جابر بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں:

ایک راہب تھا بنام شرم بن رعیت جو کہ ١٩٠ سال عبادت کرتا رہا لیکن اس نے خدا سے کوئی حاجت طلب نہیں کی تھی۔ ایک دن وہ خدا کی بارگاہ میں دعا کرتا ہے کہ خدایا! مجھے کسی ولی خدا سے ملاقات اور اس کا دیدار کرادے۔ اس کی دعا قبول ہوئی۔

خداوند رب العزت نے حضرت ابو طالب کو اس کے پاس بھیج دیا اس راہب نے جناب ابو طالب کو بشارت دی کہ خداوند عالم آپ کو ایک بیٹا عنایت کرے گا جو ولی خدا ہے اور اس کا نام علی ہے۔ جب انہیں دیکھیں تو میرا اسلام عرض کرنا اور ان سے کہنا کہ مشرم راہب، خدا کی وحدانیت اور آپ کی ولایت اور آپ کے امیر المؤمنین ہونے کی شہادت دیتا ہے۔

اہل بیت کا حضرت ابوطالب کے ایمان پر اجماع ہے.

ابن اثیر جزری شافعی اس بارے میں لکھتے ہیں : اہل بیت کا جناب حضرت ابوطالب کے ایمان پر اجماع تھا اور اجماع اہل بیت کے نزدیک حجت ہے. پیغمبر اکرم حضرت ابوطالب کو بہت چاہتے تھے اور فرماتے تھے. یہ بزرگوار قیامت کے دن شفاعت کی اجازت دریافت کریں گے.

جب حضرت ابوطالب کی رحلت کی خبر حضرت علی نے حضرت رسول اکرم کو دی تو آنحضرت بہت غمگین اور محزون ہوئے اور فرمایا: یا علی جائیں اور ان کو غسل وکفن اور حنوط کریں جب دفن کیلئے تیار وآمادہ کرلیں تو مجھے خبر دیں. جب رسول خدا کی نگاہ مبارک اپنے چچا ابوطالب کی نعش پر پڑی تو آپ رو پڑے اور فرمایا: اے میرے چچا! آپ نے مجھ پر صلہ رحم اور مہربانی فرمائی. اے میرے چچا! آپ نے بچپن میں میری پرورش اور کفالت کی اور بڑا ہونے کے بعد میری حمایت اور نصرت فرمائی.

اس کے بعد پیغمبر اکرم نے لوگوں سے مخاطب ہوکر فرمایا:

خدا کی قسم! قیامت کے دن اللہ تعالیٰ میرے چچا ابوطالب کو اذنِ شفاعت دے گا. جس پر تمام جن وانس تعجب کریں.

حضرت ابوطالب کی رحلت پر حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور فرمایا: اے پیغمبر اکرم گرامی! آپ کے یاور اور حامی دنیا سے رحلت کر گئے. پس آپ مکہ سے ہجرت کر جائیں.

حضرت ابوطالب کے بارے میں ہمیں چاہیے کہ کوئی بڑے قدم اٹھائیں کہ بعض روایات

کے مطابق آپ حضرت ابراہیم کے وصیوں اور ولیوں میں سے تھے.

علامہ مجلسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: امامیہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جناب ابو طالب اسلام اور پیغمبر اکرم پر پختہ ایمان رکھتے ہیں انہوں نے ہرگز کسی بت کے پوجا نہیں کی بلکہ آپ حضرت ابراہیم کے اوصیاء میں سے تھے.

مرحوم شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں لکھتے ہیں: حدیث شریف میں آیا ہے کہ جناب عبدالمطلب خدا کی حجت اور ابو طالب ان کے وصی اور جانشین تھے. روایت کے مطابق انبیاء کی امانتیں مثلاً عصاء حضرت موسیٰ، حضرت سلیمان کی انگشتری جناب عبدالمطلب کے ذریعے حضرت ابو طالب تک پہنچی اور انہوں نے وہ امانتیں حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفی کے سپرد کیں.

منابع و مآخذ

۱۔منتخب التواریخ،ص ۴۳

۲۔بحارالانوار،جلد۱۹،ص ۲۴

۳۔منتخب التواریخ،ص ۸۰

۴۔تاریخ طبری،جلد۲ ص ۲۷۲

۵۔شرح ابن ابی حدید،جلد ۱۴،ص ۸۵

۶۔تاریخ یعقوبی،جلد۲،ص ۱۴

۷۔تاریخ طبری،جلد۲،ص ۲۷۷

۸۔تاریخ طبری،جلد۲،ص ۳۱۳

۹۔کمال الدین صدوق،ص ۱۰۴

۱۰۔شرح نہج البلاغہ،ص ۳۱۲

۱۱۔وقایع الایام،جلد۱،ص ۳۰۳

۱۲۔تاریخ الخمیس،جلد۱،ص ۱۶۲

۱۳۔استیعاب،جلد۲،ص ۵۰۲

۱۴۔سیرہ حلبی

۱۵۔ خطیب بغدادی،جلد ۱۳،ص ۱۶

۱۶۔صحیح مسلم،جلد۱،کتاب ایمان

۱۷۔سنن ابن ماجہ وابن داؤد،ص ۱۹۵

۱۸۔صحیح مسلم،جلد ۳

۱۹۔سنن داؤد،ص ۱۹۵

۲۰۔کفاےۃ الطالب،ص ۲۶۰

۲۱۔خصایص کبری،ص ۱۰

۲۲۔مناقب،جلد ۲،ص ۱۹۲،۱۹۳،۱۹۷

۲۳۔روضۃ الواعظین،جلد ۱،ص ۷۸

۲۴۔ منتخب التواریخ،ص ۱۱۳،۱۱۴

۲۵۔شرح ابن ابی الحدید،جلد ۱۴،ص ۶۶،۸۵

۲۶۔بحارالانوار،جلد ۱۹،۶۹

ISLAMICMOBILITY.COM
IN THE AGE OF INFORMATION
IGNORANCE IS A CHOICE

"Wisdom is the lost property of the Believer,
let him claim it wherever he finds it"
Imam Ali (as)